تحریک جدید کے چھیالیسویں سال کا اعلان

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۶؍اکتوبر ۱۹۷۹ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج انصار اللہ کا اجتماع شروع ہو رہا ہے اور اجتماع جس دن شروع ہو خدام کا یا انصار کا خطبہ جمعہ بھی اسی کا ایک حصہ بن جاتا ہے۔

انصار اللہ کے اجتماع کے جمعہ کے خطبہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس دن میں تحریکِ جدید کے سالِ نو کا اعلان کیا کرتا ہوں۔

تحریک جدید کو شروع ہوئے پینتالیس سال ہو چکے ہیں اور دفتر دوم کو شروع ہوئے پینتیس سال ہو چکے ہیں اور دفتر سوم کو شروع ہوئے چودہ سال ہو چکے ہیں۔ یہ چھیالیسویں سال کا اعلان ہے جو میں اس وقت کر رہا ہوں اور دفتر دوم کے چھتیسویں اور دفتر سوم کے پندرھویں سال کا اعلان۔

پینتالیس سال پہلے تحریکِ جدید جب شروع ہوئی تو پینتیس سال پہلے یعنی اس کے دس سال کے بعد دفتر دوم کا اعلان ہو گیا لیکن اس کے بعد پچیسویں سال جب دس سال پھر گزر گئے تو دفتر سوم کا اعلان ہونا چاہیئے تھا وہ نہیں ہوا۔ وقت گزر گیا۔ بہت ساری وجوہات تھیں ان میں جانے کی ضرورت نہیں۔ بہرحال آج سے چودہ سال پہلے میں نے اس کا اعلان کیا۔ اعلان اس لئے کیا کہ دفتر اوّل میں جو دوست شامل ہوئے ان کا اس لمبے عرصہ کے گزر جانے

کی وجہ سے چندہ، ان کی مالی قربانی اتنی نہیں رہی تھی کہ تحریک کے بوجھ کو وہ اٹھا سکیں اور ایک وقت ایسا آیا کہ جب تحریک جدید کا سارا چندہ قریباً ایک جگہ ٹھہر گیا اور ضروریات تو ہر سال بڑھتی ہی ہیں اور جماعت کا قدم تو ہر سال آگے ہی بڑھنا چاہیئے اس وقت یہ بات ذہن میں آئی کہ دفتر سوم کا اعلان ہونا چاہیئے تھا وہ نہیں ہوا۔ وہ اعلان کیا گیا۔

۱۹۶۶، ۱۹۶۷ میں پہلی دفعہ دفتر سوم کا چندہ تحریک جدید کے چندہ میں شامل ہوا۔ ۱۹۶۶، ۱۹۶۷ میں دفتر اول کا چندہ ایک لاکھ تریسٹھ ہزار تھا اور دفتر سوم کا پہلے سال کا چندہ پانچ ہزار دوسوستاون ہوا۔ کام شروع ہوگیا اور اس نے ترقی کرنی تھی ۔ آہستہ آہستہ پہلے سال اس طرف توجہ نہیں دی گئی دوستوں کو توجہ نہیں ہوئی۔ کچھ لوگ دفتر دوم میں شامل ہوتے رہے جن کو توجہ ہوئی اس طرف اور سال رواں یا پچھلے سال کہنا چاہیئے یعنی ۱۹۷۷، ۱۹۷۸ میں دفتر اول کا چندہ ایک لاکھ تریسٹھ ہزار دوسو اٹھائیس سے گر کے ایک لاکھ اکیس ہزار تین سو اٹھہتر رہ گیا۔ یعنی یہ نیچے جا رہے تھے۔ دوست فوت ہو رہے تھے دوست پنشن پر جا رہے تھے بڑی عمر کی وجہ سے۔ آمدنی میں کمی ہو رہی تھی وہ اس قدر مالی قربانی نہیں دے سکتے تھے۔ حصہ لینے پر بھی جو پہلے دیا کرتے تھے یا فوت ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے اللہ تعالیٰ انہیں اس کی احسن جزا دے۔ دفتر دوم ۱۹۶۶، ۱۹۶۷ کو پانچ ہزار دوسوستاون روپے سے شروع ہوا اور ۱۹۷۶، ۱۹۷۷ میں ایک لاکھ ستتر ہزار ایک سو چورانوے تک پہنچ گیا یعنی جس وقت یہ شروع ہوا اس وقت دفتر اوّل کا چندہ تھا ایک لاکھ تریسٹھ ہزار اس سے دس ہزار سے بھی زیادہ رقم ۱۹۷۷، ۱۹۷۸ سے آنی شروع ہوگئی۔ اس سال تو نہیں کیونکہ میں مشورہ نہیں کرسکا اور حالات کا جائزہ نہیں لے سکا۔ سوچ اور غور اور فکر نہیں کرسکا اور دعائیں نہیں کرسکا اس لئے دفتر چہارم کا اعلان نہیں کروں گا لیکن یہ جو کھڑا ہوگیا تھا چندہ۔ اس کے نتیجہ میں تحریک جدید کو اپنے کام میں دقتیں پیدا ہونی شروع ہوگئیں جس کو ایک حد تک دفتر سوم نے سنبھالا لیکن بعض ایسے ذرائع آمد تھے جو یک دم بند ہوگئے اور ان کی وجہ سے بہت دِقّت کا سامنا ہوا۔ پھر میں نے جماعت کو ایک ٹارگٹ دیا پندرہ لاکھ روپے کا۔

آٹھ اور دس لاکھ کے درمیان کہیں کھڑی ہوگئی تھی تحریک مالی قربانیوں کے میدان میں۔

اور ٹارگٹ کے لئے جماعت کوشش کرتی رہی لیکن ٹارگٹ تک پہنچی نہیں۔ یہ کئی سال کی بات ہے۔ اس واسطے میں نے ٹارگٹ بڑھایا نہیں۔ ہر سال میں کہتا رہا میرا پندرہ لاکھ کا ٹارگٹ ہے یہاں تک پہنچو۔ پچھلے سال کی وصولی تیرہ لاکھ ننانوے ہزار ہے۔ سال رواں میں ۲۲؍اکتوبر تک آٹھ لاکھ کی وصولی ہو جانی چاہیئے تھی اس میں سے سات لاکھ اسی ہزار وصول ہو چکا ہے۔ اس لئے امید ہے کہ سال رواں میں کم وبیش پندرہ لاکھ کا ٹارگٹ پورا ہو جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ یہ پاکستان کی جماعتوں کی مالی قربانی ہے۔

تحریک جدید کو جہاں یہ وقت پیش آئی کہ ساری دنیا کے اقتصادی حالات کے نتیجہ میں پاکستان سے باہر دین اسلام کی خدمت کے لئے جماعت کوئی رقم قانوناً بھجوا نہیں سکتی تھی اور نہیں بھجوائی گئی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلے میں یہ سامان پیدا کر دیا کہ باہر اس قدر ترقی جماعت کو خدا کے فضل اور اس کی رحمت سے ہوگئی کہ باہر کی جماعتوں نے، بیرون پاکستان کی جماعتوں نے۔ بیرون پاکستان کے بہت بڑے بوجھ خود اٹھالئے اور خود کفیل ہو گئے۔

یہاں جو اخراجات ہیں وہ اب کم ہو گئے ہیں لیکن جو ہیں وہ بہت ضروری ہیں مثلاً مبلغین کا تیار کرنا۔ جامعہ احمدیہ کا خرچ ہے۔ مبلغین کا تیار کرنا جماعت کی ذمہ داری اس معنی میں بھی ہے کہ تیاری کا خرچ جماعت مہیا کرے اور جماعت کی ذمہ داری اس معنی میں بھی ہے کہ خرچ کروانے کے لئے اپنے بچے وقف کرے اور بڑھتی ہوئی ضروریات کے مطابق مخلص نوجوان آگے آئیں۔ اس سلسلہ میں جو چیز نمایاں ہو کر میرے سامنے آئی وہ یہ ہے کہ جو ہماری نوجوان واقفین کی نسل ہے ان میں بڑی بھاری اکثریت محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے نہایت مخلص اور قربانی دینے والی اور خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی زندگی کو صحیح معنی میں وقف کرنے والی ہے اور صرف نوجوان واقفین ہی نہیں جماعت احمدیہ کی نوجوان نسل احمدیوں کے گھروں میں پیدا ہوئی ہے یا احمدی ہوئی ہے اور اسی طرح وہ احمدی نوجوان نسل بن گئی۔ خدام احمدیہ بن گئے ان کے اندر بڑا جذبہ پایا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے بڑا پیار پایا جاتا ہے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بڑی محبت پائی جاتی ہے۔ یہ احساس پایا جاتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی توحید کو دنیا میں قائم کرنا اور

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیار کو انسانی دل میں پیدا کرنا ہے تو انہیں بہت سی قربانیاں دینی ہوں گی جس کے لئے وہ محسوس کرتے ہیں کہ وہ تیار ہیں ذہنی طور پر بھی اور قلبی طور پر بھی اور کوشش کرتے ہیں کہ وہ علمی طور پر بھی اس کے لئے تیار ہوں۔ یہ بڑی خوشی کی بات ہے لیکن دوسری طرف جو کمزور تھا وہ زیادہ کمزور ہوگیا۔ مقابلے میں آ گیا نا بہت زیادہ مخلصین کے۔ تو ہزار میں سے ایک شاید بیس ہزار میں سے ایک شاید ایک لاکھ میں سے ایک ہو لیکن ان کی جو شرارتیں اور ان کی نالائقیاں تھیں اللہ تعالیٰ سے ان کی جو بے وفائیاں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی جو بے پرواہی تھی وہ نمایاں طور پر ہمارے سامنے آنے لگ گئی۔ اللہ تعالیٰ ان کی ہدایت کے بھی سامان پیدا کرے اور مخلصین کی اس نسل کو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کی حفاظت میں رکھے اور شیطان کے ہر حملہ سے انہیں محفوظ رکھے۔

تو آج میں پندرہ لاکھ کے ٹارگٹ کے ساتھ ہی تحریک جدید کے سال نو کا اعلان کرتا ہوں تین شکلوں میں دفتر اول کے چھیالیسویں سال کا۔ دفتر دوم کے چھتیسویں سال کا اور دفتر سوم کے پندرھویں سال کا، جو نئے کمانے والے ہیں، جو نئے بلوغت کو پہنچنے والے ہیں۔ جو پہلی دفعہ اپنے دلوں میں یہ احساس محسوس کر رہے ہیں کہ انہیں خواہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو، خواہ روپیہ دو روپے ہی کیوں نہ ہو، خدا تعالیٰ کے دین کی راہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور مالی قربانیاں بھی پیش کرنی چاہئیں۔ وہ اس کو مضبوط کریں۔ مالی جو پہلو ہے اس کو بھی اور جو اس سے اہم دوسرے پہلو ہیں انہیں بھی مضبوط کرنے کی کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اس کی توفیق عطا کرے اور اللہ پر توکل اور اس سے امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہماری آئندہ آنے والی نسلیں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں گی اور ان کو ادا کرنے کی اپنے رب کریم سے توفیق پائیں گی۔

انصار اللہ کا اجتماع آج شروع ہے۔ جو انصار سے تعلق رکھنے والی تفاصیل ہیں ان کے متعلق تو انشاء اللہ ان کے اجتماع میں بیٹھ کے ان سے گفتگو ہوگی لیکن بعض بنیادی حقیقتیں ہیں انسانی زندگی کی اور چونکہ انصار اللہ کی زندگی بھی انسانی زندگی ہی ہے ایک پہلو اس کا۔ اس لئے بعض بنیادی باتیں اس وقت میں بیان کرنا چاہتا ہوں۔ سورۂ مائدہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (المآئدہ:۷۰) خدا تعالیٰ کو حاصل کرنے، اس کی معرفت پانے، اس کی رضا حاصل کرنے، اس کا پیارا بننے کے لئے اللہ تعالیٰ نے جہاں منطقی ترتیب کے ساتھ تین باتوں کا ذکر کیا ہے ایک ایمان باللہ ہے، خدا تعالیٰ پر ایمان لانا یعنی خدا تعالیٰ کو وہ ماننا جو وہ ہے۔ وہ سمجھنا، وہ شناخت کرنا جو حقیقت ہے اس کی ہستی اور وجود کی جس کو ہم عام طور پر عرفان باری، اللہ تعالیٰ کی معرفت کا نام دیتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں ایک بے مثل ہستی ہے اور اس کی صفات میں بھی اس کا کوئی مثیل نہیں۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ کا انسان سے تعلق ہے خدا تعالیٰ کی ساری صفات کی حقیقت یہ ہے کہ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا (اٰل عمران:۱۹۲) کہ ہر چیز جو اللہ تعالیٰ کے دست قدرت سے نکلی وہ باطل نہیں ہے۔ کسی مقصد کے بغیر نہیں۔ ایک مقصد ہے ہر پیدائش کا اور جیسا کہ دوسری آیات سے اور قرآن کریم کے دوسرے مقامات سے ہمیں پتا لگتا ہے۔ انسان کی پیدائش اس لئے ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کا بندہ بنے اور خدا تعالیٰ کا بندہ بننے کے لئے اسے جس چیز کی بھی ضرورت اپنی انفرادی زندگی سے باہر تھی وہ سب ضرورت اللہ تعالیٰ نے مادی چیزوں کی پیدائش اور غیر مادی چیزوں کی پیدائش کے ساتھ پوری کردی تو رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا کا جب انسان اعلان کرتا ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ہم اس اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں جس نے ہمیں اپنا عبد بننے کے لئے پیدا کیا۔ اس لئے پیدا کیا کہ ہماری زندگی میں اس کے رنگ کی، اس کے نور کی جھلک ہو اور ہماری صفات پر بھی اس کی صفات کا رنگ چڑھے اور اس عظیم مجاہدہ کے لئے جس چیز کی بھی ضرورت تھی انسان کو وہ اس نے پیدا کردی اور اس نے کوئی ایسی چیز پیدا نہیں کی جس سے فائدہ اٹھا کر ہم اپنی زندگی کے اس مقصد کے حصول میں کام نہ لیں۔

تو ایمان باللہ جو ہے یہ انسان اور خدا کے تعلق میں ایک بنیادی حقیقت ہے۔ خدا تعالیٰ کی معرفت کا حاصل کرنا اور یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا عبد بنانے کے لئے ہمیں پیدا کیا اور یہ نہیں کہ اس نے ہمیں یہ تو کہہ دیا کہ میرے عبد بنو میری صفات کا رنگ اپنی خصلتوں پر، اپنے اخلاق پر چڑھاؤ لیکن ایسا کرنے کے سامان پیدا نہیں کئے۔ یہ نہیں بلکہ جب اس نے یہ کہا

اے انسان! میرا بندہ بن تو ساتھ ہی اس نے اپنا بندہ بننے کے سارے ہی سامان جو ہیں وہ اس کے لئے پیدا کر دیئے۔ یہ اصولی طور پر ہر چیز نوعِ انسانی کی خدمت پر لگی ہوئی ہے اور انفرادی طور پر فرد فرد میں جو فرق ہے ہر فرد نے اپنے اس مقصد کے حصول کے لئے زبانِ حال سے جس چیز کا بھی مطالبہ کیا کہ اے خدا! تیری طرف بڑھنے کے لئے مجھے یہ چاہیئے اس نے اس کائنات میں اس چیز کو پایا جو پہلے سے موجود تھی اور وہ خدا پر یہ گلہ نہیں کر سکتا کہ مجھے بندہ بننے کے لئے تو کہا گیا ہے لیکن بندہ بننے کے سامان پیدا نہیں کئے گئے۔

یہ ایمان باللہ ہے پہلی چیز جو ضروری ہے انسان کے لئے اگر وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ بننا چاہتا ہے۔ ایمان باللہ سے اور مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سے ہمارا دوسرا قدم یہ اٹھتا ہے۔ ہماری فطرت کی آواز ہماری عقل کا نتیجہ کہ جب کوئی چیز بھی باطل نہیں۔ بے فائدہ اور بے مقصد نہیں تو انسانی زندگی کیسے بے مقصد ہو سکتی ہے جس کے لئے ہر چیز کو پیدا کیا گیا ہے۔ اس واسطے ہماری زندگی اس دنیا میں ختم نہیں ہوتی۔ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ایمان بالآخرت ضروری ہو جاتا ہے یعنی حقیقی معرفت باری، ایمان بالآخرت پر منتج ہوتی ہے یعنی دوسرا ایمان اس کے پیچھے آتا ہے اور اس سے انسانی عقل انکار نہیں کر سکتی جیسا کہ اس کی فطرت اس سے انکار نہیں کر سکتی۔

یہ جو دوسرا پہلو ہے وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ حشر کا دن، زندہ ہونا اور اس دن خدا سے اس کی بے شمار نعماء کو حاصل کرنا یا اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں اور دوری کی راہوں کو اختیار کرنے کے نتیجہ میں اس کے قہر کے جلووں کا دیکھنا اس کا تعلق ہے وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ کے ساتھ۔

پھر انسان کے دل میں خوف پیدا ہوتا ہے کہ معرفت باری کے بعد یہ یقین ہو گیا۔ یہ یقین جس کے اوپر بڑا زور دیا ہے اسلام نے۔ اس کے بغیر ایمان باللہ بھی نہیں رہتا کیونکہ کامل ایمان جیسا کہ میں نے بتایا ہے کامل ایمان باللہ اس ایمان کو چاہتا ہے کہ مرنے کے بعد ایک اور زندگی ہے اور یومِ آخرت ہے اور **السَّاعة** ہے اور قیامت ہے مختلف الفاظ میں اور مختلف پیرایوں میں اسے بیان کیا گیا ہے۔ تو جب جزا وسزا ہے۔ یومِ آخرت الْيَوْمِ الْاٰخِرِ میں قیامت کے دن تو اس کے لئے ہمیں عمل کرنا چاہیئے۔

وَعَمِلَ صَالِحًا تیسرا منطقی نتیجہ اگلا یہ نکلتا ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا

ضروری ہے۔اس معرفت سے ہمیں پتا لگا کہ ہم بندگی کے لئے ،عبد بننے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور خدا تعالیٰ کا کوئی فعل اور کوئی خلق، پیدائش اور کوئی چیز جو اس نے پیدا کی ہے وہ باطل نہیں ہے۔ ہماری زندگی بھی باطل نہیں، وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ قیامت کا دن ہے ہم زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔ یہ اپنا ایک لمبا مضمون ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب میں تفصیل سے آیا ہے۔ دوستوں کو ان کتب کو بھی پڑھنا چاہیئے تا کہ قیامت اور وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ کی جو حقیقت ہے وہ بھی بہر حال ہمارے دماغ میں حاضر رہے۔تو پھر سوال انسان کے دل میں پیدا ہوتا ہے کہ کیسے قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کروں تو فرمایا وَعَمِلَ صَالِحًا عمل صالحہ کرے۔

قرآن کریم میں اعمال صالحہ کی تعریف یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے احکام کے مطابق، خدا تعالیٰ کی نواہی اور خدا تعالیٰ نے جو اوامر بتائے ہیں ان کے مطابق موقع اور محل پر عمل صالحہ کرے یعنی موقع اور محل کے مطابق عمل کرے۔ یہ عمل صالحہ ہے لیکن انسانی کوشش جب انسان اپنے متعلق غور کرتا ہے۔ بڑی حقیر ہے اور کوئی شخص اپنے ہوش وحواس میں یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ میں اپنے عمل سے اپنے زور بازو سے اللہ تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرسکتا ہوں **العیاذ باللّٰہ** اس لئے دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ (الفرقان:۷۸) تو عمل صالح اچھا نتیجہ کسی شخص کے لئے صرف اس حالت میں پیدا کرسکتا ہے جب وہ عمل مقبول ہو۔خدا تعالیٰ اسے قبول کرے تب اس کو جزا دے گا نا۔اس لئے جہاں تک انسانی کوشش کا سوال ہے عملِ صالحہ کا۔اس کی بنیادی حقیقت دعا ہے یعنی خدا سے اس کے فضل کو مانگنا تا کہ انسان اس کے قرب کی راہوں میں آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائے اور دعا ہے اس کی مغفرت کے لئے التجا کرنا اور چیخ وپکار کرنا تا کہ جو باتیں، جو اعمال اس کو ناپسندیدہ ہیں اور جو اس سے دور لے جانے والے ہیں۔ وہ اول سرزد ہی نہ ہوں اور اگر سرزد ہو جائیں تو ان کے بدنتائج سے ہمارا رب ہمیں بچالے۔اس مغفرت کے لئے دعا کرنا۔سو یہ دعا کے دو حصے ہیں۔نیکیوں کی توفیق پانے کے لئے اعمال صالحہ مقبولہ کی توفیق پانے کے لئے خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کو طلب کرنا

اور اپنی کوتاہیوں اور غفلتوں اور بدیوں اور بداعمالیوں اور بھول چوک سے بچنے کے لئے یا ان کے بدنتائج سے بچنے کے لئے خدا تعالیٰ کی مغفرت کا طالب ہونا اس کے بغیر وہ عمل صالح جو روکھا پھیکا انسان کا اپنا عمل صالح ہے۔ جس میں خدا تعالیٰ کا فضل شامل نہیں اور خدا تعالیٰ نے جسے قبول نہیں کیا ایک کوڑی قیمت نہیں رکھتا نہ خدا کے نزدیک نہ انسانی فطرت کے نزدیک کیونکہ جس نے جزا دینی ہے اس کو اگر وہ عمل پسند آئے گا تبھی وہ اس کا بدلہ احسن رنگ میں مقبول اعمال کے متعلق جو وعدے دیئے گئے ہیں اس طور پر اپنے بندوں کو دے گا اور جو خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر لیتا ہے یوم آخرت پر پختہ ایمان رکھتا ہے جیسا کہ اسلام نے تعلیم دی اور اس کے مقبول اعمال صالحہ ہیں اس کے متعلق خدا نے کہا فَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ کہ اللہ تعالیٰ کے ایمان کو قبول کر لینے کی علامت یہ ہے یعنی خدا تعالیٰ نے جو اس کے ایمان کو اور اس کے دلی عقیدہ کو اور اس کے اعمال صالحہ کو قبول کر لیا اس کی علامت یہ ہے کہ سچے مومنوں کو نہ تو آئندہ کوئی خوف ہوتا ہے اور نہ وہ سابق کوتاہیوں کے بدنتائج کا شکار ہوتے ہیں تو جب ان کی اسی زندگی کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں جب یہ حالت ہو تو اس سے پتا لگتا ہے کہ ایمان سچا ہے۔ دلی عقیدہ صادق اور اعمال صالحہ خدا کو مقبول ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا کرے اور ہم سب کو جو انصار اللہ سے تعلق رکھنے والے ہیں اپنی عمر کے لحاظ سے انصار کی تنظیم میں ہیں۔ ہم سب کو ان تین حقیقتوں پر قائم ہو کر اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی کی توفیق عطا کرے تا کہ ہم ان کے لئے جو عمر میں ہم سے چھوٹے یا علم میں اتنے پختہ نہیں یا جو تجربہ میں کم ہیں یا بعد میں آنے والی نسلیں ہیں ان کے لئے نیک نمونہ بنیں۔ بدنمونہ نہ بنیں تا کہ ہر نسل اپنے دور میں سے گزر کے جب انصار اللہ میں شامل ہو تو آنے والی نوجوان نسلوں کے لئے وہ نمونہ بنتی چلی جائے تا کہ وہ کام جو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کے مسلمان کے سپرد کیا ہے کہ ساری دنیا میں اسلام کو غالب کرے وہ جلد پورا ہو اور یہ مقصد ہمارا اس زندگی میں بھی ہمیں حاصل ہو اور دنیا جہان کی خوشیاں مل جاتی ہیں اگر یہ مقصد حاصل ہو جائے کہ نوعِ انسانی ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کی توحید کے جھنڈے تلے جمع ہو اور

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیار اور محبت میں مست اور سرشار آگے ہی آگے خدا تعالیٰ کے قرب کی راہوں پر چلتی جائے۔ یہ نظارہ ہم دیکھیں۔ جو دوری کی راہیں آج دنیا اختیار کئے ہوئے ہے خدا کرے وہ دوری کی راہیں قرب کی راہوں میں بدل جائیں اور اس میں ہمارا بھی کچھ حصہ ہو اس رنگ میں کہ خدا ہماری کوششوں کو قبول کرے اور ہمیں بھی اس کی محبت اور پیار حاصل ہو۔ آمین۔

اجتماع کی وجہ سے نمازیں جمع ہوں گی۔ جمعہ کی نماز کے ساتھ میں عصر کی نماز بھی پڑھاؤں گا۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۲ ؍ستمبر ۱۹۸۰ء صفحہ ۲ تا ۵)